علاقائی تمثیلات کا تمثال کار غزل گو

پرویز ساحؔر

ہمارے یہاں بیش تر رسمی منتقدین شعریات فہمی اور تخلیقی گھما گھمی سے قطعی بے بہرہ ہیں، یہی وجہ ہے کہ ان کی بے فیض، بے رس اور خود کام انتقادیات لائقِ استفادہ واستفاضہ نہیں۔شاعری ایک ایسا فنِ لطیف ہے جس کی ایک لازمی صفت ذوقِ جمال ہے۔شاعری کرنا برف پوش کوہِ آتش فشاں سے آتشِ افروختہ چرانے کے مترادف ہے۔شاعر نہ صرف خلاق المعانی ہوتا ہے بلکہ معانی کے معانی کا پرچارک بھی ہوتا ہے۔شاعر آزادِ تخیل کے باوصف تخلیقی اظہار میں جس قدر آزادہ رو ہوگا اس کی تخلیقی معجز کاریاں اسی قدر رونما ہوں گی۔

احمد حسین مجاہد اُسی کی دہائی میں ادبی دائرے میں قدم رنجہ ہونے والے ادبی اعتبار کے حامل سر برآوردہ شاعر ہیں۔ان کا اصل تعلق وطنِ پاک کے زلزلہ زدہ علاقے بالاکوٹ سے ہے لیکن وہ ایبٹ آباد میں مقیم ہیں۔

احمد حسین مجاہد بہ طورِ شاعر منفرد شاعرانہ تشخص رکھتے ہیں۔شخصی لحاظ سے ان کی کئی تخصیصی جہات ہیں۔موصوف شاعر ہونے کے ساتھوں ساتھ انتقادی فہم رکھنے والے منتقد، ادبیات سے آگاہ سنجیدہ محقق، افسانہ نگار اور بسیط دشتِ سخن میں ادبی قافلے کے ہم رکاب عروضی استحسان رکھنے والے پورے دنوں کے شاعر ہیں۔ان کے کراماتی خزینے میں دو اردو شعری مجموعے (دھند میں لپٹا جنگل اور اوک میں آگ)، ایک یادداشتی کتاب (صفحۂ خاک)، ایک ہندکو شعری مجموعہ (تہخدے خواب دی چھائی)، ایک منظوم لوک داستان (قینچی)، ایک منثور لوک داستان (سیف الملوک)، ایک عروضی کتاب (رموزِ شعر) ایک تحقیقی کتاب (آصف ثاقب، شخصیت و فن)، اور مرتب کردہ کتاب (انتخابِ کلامِ ناسخ) شامل ہیں۔اگرچہ وہ اردو، ہندکو میں نظم وغزل دونوں یک ساں سہولت ومہارت سے کہتے ہیں، فی الوقت ان کی اردو غزل کے خصوص میں مطالعہ کی بساط بچھاتے ہوئے شاعری کو معرضِ بحث میں لایا جاتا ہے۔

احمد حسین مجاہد نے شاعری میں پیش پا افتادہ روش پر گام زن ہونے کے بجائے جادۂ نوتراشیدہ پر قدم جماتے ہوئے فنی تدبیر کاری اور جمالیاتی تصویر کاری کی ہے۔ان نے اپنی شاعری میں کہیں کہیں استقرائیانہ بصیرتی کے ساتھ ماورائی جمالیات کو بھی اظہار بستگی عطا کی ہے جو اَدبھت رس لیے ہوئے ہے۔ان کی تبگیرِ غزل میں بے ذائقگی کے حامل شعرِ کم عیار بار نہیں پاتے، از راہِ نمونہ چند خوش ذائقہ اشعار ملاحظگی کے لیے درج ہیں؛

مگر یہ ہم تھے کہ لائے تھے اس الاؤ سے آگ
وہاں سے راکھ تو اب کوئی جا کے لے آئے

اس نے کچھ ایسی نگاہوں سے مجھے دیکھا تھا
میرا سایہ بھی پسینے میں نہایا ہوا تھا

مجھے یہ برف پگھلتی نظر نہیں آتی
میں مر نہ جاؤں کہیں راستہ بناتے ہوئے

میں دے رہا ہوں سرہانے کو طولِ بازہ سے
ابھی ترا مرا شانے پہ سر نہیں آیا

اُس کی تصویر سے مخاطب ہوں
کہ خبر کوئی معجزہ ہو جائے

مصرف نکل ہی آتا ہے بے کار چیز کا
لاتا ہوں بھیک باپ کی پگڑی میں ڈال کے

وجدان کی راہ سے الوہی آگہی حاصل کرنے والوں کا مقدر اضطرابی افسردگی ہی ہوتی ہے اور یہ اضطرابی افسردگی اعلیٰ متانت رکھنے والے شاعر کو تفکیرِ کائنات، جمال آفرینی اور باطن بینی کی طرف لی جاتی ہے:

پیوندِ رہگزر ہوں مرا اعتبار کیا
تو نے مجھے زمیں سے اٹھایا تو میں گیا

نروان پا کے بھی نہ ہوئی جستجو تمام
میں سخت مضطرب ہوں، بہت بے قرار ہوں

یہ جو کھلتے ہی چلے جاتے ہیں مجھ پر اسرار
ہم نفس! یہ تو کوئی راز بھی ہو سکتا ہے

ایک تشکیکِ حجاب آثار میرے خوں میں ہے
جس کا سایہ ہے کہیں میرے یقیں کے آس پاس

میں یہاں آخری مسافر ہوں
اک نظر دیکھ لوں سرائے کو

احمد حسین مجاہد کی شاعری مشاہدے میں صداقت کے ساتھ جمالیاتی توازن اور وسیع تر کائناتی تمدن ایسی حسن زائی کی حامل ہے۔ان کی شاعری میں بہ یک گونہ تشکیک آمیزی اور بہ صد گونہ حیرت انگیزی ضغطے میں ڈال رکھتی ہے؛

میں دکھ تھا کائنات کا جب حد سے بڑھ گیا
میرا ظہور صورتِ انسان میں ہوا

نامعتبر حوالہ ہیں میرے مشاہدات
دیکھی ہے میں نے روزنِ زنداں سے کائنات

ہوں کہ جب تک ہے کسی نے معتبر رکھا ہوا
ورنہ وہ ہے باندھ کر رختِ سفر رکھا ہوا

دیکھے تری نظر کے ہزاروں مسودے
ہم حاشیے میں ہیں نہ کسی اقتباس میں

اک عذاب ہوتی ہے رمز آشنائی بھی
مجھ سے میری تنہائی گفتگو بھی کرتی ہے

مدت گزر گئی ہے اس حال میں کہ میرے
اک ہاتھ میں دیا ہے، اک ہاتھ ہے دیے پر

احمد حسین مجاہد اپنی غزل میں شبد اور ارتھ (لفظ و معنی) کے تخلیقی آمیزہ کے باوصف دھونی رس (جمالیتاتی کیفیات) اور

وسمیہ (استعجاب) وضع کرنے میں خاصہ رکھتے ہیں۔ بدیں سبب ان کی شاعری حیرت آفریں تمثیلاتی فضا رکھتی ہے؛

بہت بھلی تھی وہ شاخوں سے پھوٹتی ہوئی لَو
شجر کی اوٹ میں شاید کوئی ستارہ تھا

جھٹک کر ڈالتی ہے جب وہ بھیگے بال شانے پر
تو نیچے دور وادی میں کوئی دریا چمکتا ہے

کھڑکی پہ جھکی ہوئی تھیں بیلیں
کمرے میں کوئی معاملہ تھا

مجھے لینا دینا تو کچھ نہ تھا، مری بے کلی یونہی رات کو
مجھے اُس گلی میں جو لے گئی میں گلی سے ہو کے گزر گیا

تیزی سے بہتے پانی پر گاڑ کے نظریں
ہم دونوں نے پُل کو ناؤ بنا رکھا تھا

آنے والا ہے یقیناً کوئی مہمانِ عزیز
ابر پارہ مرے دالان پہ آیا ہوا ہے

راقم الحروف میں یہ کہنے میں کوئی باق نہیں کہ احمد حسین مجاہد ہم زمانی شعرا کی کھیپ میں تخلیقی حساسیت کے ساتھ یگانہ و یگونہ شعر کہنے والے ادبی جمالیات کے پاس دار اور علاقائی تمثیلات کے تمثال گر غزل گو ہیں۔

☆ یہ مضمون 2021 میں لکھا گیا تھا اس لیے اس میں احمد حسین مجاہد کی کچھ تصانیف کا ذکر موجود نہیں۔